﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ﴾ ”پس آپ جمے رہیے، جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔“ (سورۂ ہود:۱۱۲)

استقامت

(راہِ دین پر ثابت قدمی)

اور حصولِ استقامت کے ۱۲ ذرائع

تحریر

شوانہ عبد العزیز

مترجم

شاہد ستار

تقدیم وتہذیب

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ناشر

توحید پبلیکیشنز بنگلور

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا﴾ (ھود:۱۱۲)

”پس آپ جمے رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں“

استقامت

(راہِ دین پر ثابت قدمی)

اور حصولِ استقامت کے ⑬ ذرائع

تحریر

محترمہ شوانہ عبد العزیز

ترجمہ

ابو محمد شاھد ستار

تقدیم و تھذیب

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہُ اللہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور

نامِ کتاب	**استقامت**۔(راہِ دین پر ثابت قدمی) اور حصولِ استقامت کے ۱۴ ذرائع
تالیف	محترمہ شوانہ عبدالعزیز
ترجمہ	ابومحمد شاہد ستّار
تقدیم وتہذیب	شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین حفظہ اللہ
طبع اول	سنہ ۱۴۲۵ھ ، سنہ ۲۰۰۴ء
ناشر	**توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا**

❖ہندوستان میں ملنے کے پتے❖

1-توحید پبلیکیشنز،ایس.آر.کے.گارڈن
فون:۶۶۵۰۶۱۸،بنگلور۔۰۴۱ ۵۶۰
2-چارمینار بک سنٹر
چارمینار روڈ،شیواجی نگر،بنگلور۔۰۵۱ ۵۶۰
3-دارالتوعیة
اسلامی سی۔ڈیز،کیسیٹس اور بک ہاؤس۔
نمبر:۷،فرسٹ کراس،چارمینار مسجد روڈ
فون:۲۵۵۴۹۸۰۴۔۰۸۰
شیواجی نگر،بنگلور۔۵۶۰۰۵۱
4-میسور،فون:۲۴۹۲۱۲۹

1-Tawheed Publications,
S.R.K.Garden,Phone# 6650618
BANGALORE-560 041
2-Charminar Book Center
Charminar Road,Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
3.Darul Taueyah
Islamic Cassettes,Cd's & Book
House,Door# 7,Ist Cross
Charminar Masjid Road
SivajiNagar Bangalore-560 051
Tel:080-25549804
4-Tel:2492129,Mysore.

Emailto:tawheed_pbs@hotmail.com

فہرستِ مضامین

تقدیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ‘ وَنَسْتَعِیْنُہ‘ وَنَسْتَغْفِرُہ‘ ،وَ نَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَا لِنَا، مِنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہ‘ ،وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہ‘، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہ‘ لَا شَرِیْکَ لَہ‘،وَ اَشْھَدُ أَ نَّ مُحَمَّداً عَبْدُہ‘ وَرَسُوْلُہ‘.

اَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

انٹرنیٹ ایک دودھاری تلوار ہے جسکے نقصانات کا تو کوئی شمار ہی نہیں لیکن اسکے بعض فوائد کا بھی انکار ناممکن ہے۔اِسی پر صحیح اسلامی عقائد اور کتاب وسنّت پر مبنی تعلیمات کی نشرواشاعت کی ایک بہترین سائیٹ http://www.ahya.org ہے جس پر موقع بموقع اچھے اچھے مضامین،مقالات،کتابچے اورآڈیو ویڈیو کیسٹوں پر تقاریر وخطابات پیش کیئے جاتے رہتے ہیں اوراس سائیٹ پر انگلش میں بڑا اچھا لکھنے والوں میں ہی جناب ساجد عبدالقیوم اورانکی اہلیہ محترمہ شوانہ عبدالعزیز بھی ہیں۔پچھلے دنوں شوانہ کے ایک انگلش مقالے کو''توحید پبلیکیشنز'' بنگلور اور مکتبہ کتاب وسنّت ،ریحان چیمہ،سیالکوٹ نے''دنیوی مصائب ومشکلات'' کے نام سے شائع کیا جسکا ترجمہ شاہد ستار نے کیا تھا اوراب شوانہ ہی کے ایک دوسرے مقالے کا ترجمہ بھی شاہد ستار نے ہی کیا ہے جو کہ دین میں آنے والی مشکلات کے مقابلہ میں استقامت وثابت قدمی اختیار کرنے کی ضرورت اوراسکی برکات کے موضوع پر اہم،مختصر مگر مدلّل مقالہ ہے اور دورِ حاضر میں جبکہ مسلمان طرح طرح کے مسائل اور مصائب ومشکلات میں گھرے

ہوئے ہیں، ان حالات میں اس موضوع کی اہمیّت مزید بڑھ جاتی ہے۔لہٰذا توحید پبلیکیشنز کے جناب محمد رحمت اللہ خان، (الخبر)، جناب مسعود سہیل (الجبیل) اور بعض احباب سے مشورہ کے بعد اس اہم مقالے کا اردو ترجمہ بھی شائع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ پر اصل محنت تو شاہد ستار صاحب نے کی ہے حتیٰ کہ اس مرتبہ قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ (ﷺ) کی نصوص بھی انہوں نے ہی تلاش کر کے ذکر کر دی ہیں اور جن بعض نصوص حدیث یا اہلِ علم کے بعض اقوال کی نصوص رہ گئی تھیں انہیں اس راقمِ آثم نے درج کر دیا ہے اور ترجمے کو لفظ بلفظ پڑھ کر اس میں بھی ضروری ترمیم وتہذیب عمل میں لائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ساتھیوں کے اس ادارے ''توحید پبلیکیشنز'' کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے سرفراز کرے اور تمام متعلقہ ساتھیوں اور کارکنان کو دولتِ خلوص سے نوازے اور اس مقالے کی مؤلّفہ، اسکے مترجم اور راقم الحروف کی دعوتی وتبلیغی اور تعلیمی مساعی کو شرفِ قبولیت سے نوازے، مزید توفیق بخشے اور انہیں اجر وثوابِ دارین کا ذریعہ بنائے اور یہ قارئینِ کرام کیلئے باعثِ استفادہ واستقامت ہوں۔آمین

ابوعمران محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ الخبر ،
و داعیہ متعاون، مراکز دعوت وارشاد
الدمام، الخبر، الظہران
(سعودی عرب)

المحکمۃ الکبریٰ الخبر ،سعودی عرب
۱۵/ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ
۱۸/جنوری ۲۰۰۳ء

مقدّمہ

(ماخوذ از خطاب علاّمہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ)

''اس بات کے باوجود کہ جب نبی ﷺ کی دعوت کا آغاز ہوا، اسلام انتہائی کمزور تھا اور مسلمان بڑی کسمپرسی کے حالات میں تھے۔ چند ہی لوگ تھے جنہوں نے رحمتِ کائنات ﷺ کی دعوت کو قبول کیا تھا اور ان لوگوں کو پھر ایک ایسی بڑی اکثریت کے مقابلہ میں اپنے ایمان کی شمع کو فروزاں کرنا اور محفوظ رکھنا پڑا جو اکثریت نہ صرف یہ کہ کفر میں بڑی پختہ تھی بلکہ اپنے کفر کی خاطر، اپنے عقائد کے مخالف نظریات رکھنے والوں پر ہر قسم کا تشدّد اور ہر قسم کی سختی بھی وہ جائز سمجھتے تھے۔ ایک ایسے ماحول میں آپ ﷺ نے اللہ کے آوازۂ حق کو بلند کیا اور لوگوں کو اس بات کا درس دیا کہ اے کائنات کے باسیو! اگر تم اللہ کی آواز پر لبیّک کہو گے، اللہ کی بات کو اپنا لو گے، اللہ کے بتلائے ہوئے راستے پر چل نکلو گے، محمد ﷺ نے تمہیں جو دین عطاء کیا ہے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو گے، اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لو گے، تو یاد رکھو ساری دنیا کی مخالفتیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی، لیکن شرط یہ ہے کہ حق اختیار کرتے ہوئے دل میں کوئی تذبذب اور ذہن میں کوئی تزلزل نہ ہو اور حق کو اختیار کرنے کے بعد پھر آدمی پامردی، جرأت، ہمت، بہادری اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بات پر ڈٹ جائے۔

یاد رکھو! کسی چیز کو مان لینا، یہ اور بات ہے پھر اس بات کا اظہار کرنا یہ مختلف بات ہے، اور پھر اس بات پر ڈٹ جانا (استقامت حاصل کرنا) یہ اس سے بھی آگے کی بات ہے۔ بہت سے لوگ ایک بات کو اختیار کر لیتے ہیں، لیکن ان میں اس بات کو ظاہر کرنے کی ہمت اور جرأت نہیں ہوتی اور بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ایک بات کو اپنا لیتے، پھر اس کو ظاہر کرنے کی

ہمت بھی اپنے اندر پا لیتے ہیں لیکن اس پر ڈٹے رہنے کی توفیق انہیں حاصل نہیں ہوتی ہے۔

ایمان اس کا نام ہے کہ آدمی حق کو اختیار کرے اور اختیار کرنے کے بعد ڈنکے کی چوٹ اس کا اعلان کرے اور اعلان کرنے کے بعد اس پر ڈٹ جائے۔ ایسے آدمی کو مومن کہا جاتا ہے۔ اگر آدمی بات کو مانتا ہے لیکن اسکا اظہار اور اعلان نہیں کرتا ایسے حق ماننے والے کا حق ماننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اگر آدمی اعلان کرنے کے بعد پسپائی اختیار کر لیتا ہے، اپنے سچے راستہ سے ہٹ جاتا ہے، ایسے آدمی کا ایمان بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ فائدہ صرف اسی شخص کا ایمان اسے پہنچاتا ہے جو شخص ایمان کو اختیار کر لینے کے بعد اس کا اظہار کرتے ہوئے پھر استقامت کی راہ اختیار کرتا ہے۔"

علاّمہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے انہی الفاظ کو ہم اپنی اس کتاب کے مقدّمہ کے بطورِ ذکر کر دینے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں اور انکے لیئے دعاءِ مغفرت واجر جزیل کے لیئے دعاء گو ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ۔

شوانہ عبدالعزیز

۲۶/۷/۱۴۲۵ھ

۱۱/۹/۲۰۰۴ء

(الکویت)

استقامت

(راہِ دین پر ثابت قدمی)

استقامتِ دین:

استقامتِ دین ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین پر استقامت اختیار کرنے کا کئی آیات میں حکم دیا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (سورۂ ھود: ۱۱۲)

''پس آپ جمے رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، خبردار! تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔''

دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ﴾

(سورۃ الشوریٰ: ۱۵)

''پس آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیں اور جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے اسی پر مضبوطی سے جم جائیں اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں۔''

حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قُلْ لِّيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلاً لَآ اَسْاَلُ عَنْهُ

اَحَـدًا بَـعُدَکَ (وَفِیُ حَدِیُثِ اَبِیُ اُسَامَةَ:غَیُرَکَ) قَـالَ: قُلُ اٰمَنُتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسُتَقِمُ)) (صحیح مسلم مع شرح النووی ۹/۳)

''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتادیجیئے کہ پھر میں اس کے بارے میں آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں (جسے اختیار کر لینے کے بعد میں کامیاب ہوجاؤں اور جنّت کی بشارت مجھے حاصل ہوجائے)۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کہہ دو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جمے رہو۔''

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے انعامات کا تذکرہ، جو اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرتے ہیں، اُن الفاظ میں کیا ہے جن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّـذِیـنَ قَـالُوُا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسُتَقَامُوُا تَتَنَزَّلُ عَلَیُهِمُ الُمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَـخَـافُـوُا وَلَاتَـحُـزَنُوُا وَاَبُشِرُوُا بِالُجَنَّةِ الَّتِیُ کُنُتُمُ تُوُعَدُوُنَ ٥ نَحُنُ اَوُلِیٰٓـئُـکُـمُ فِـی الُـحَیٰـوةِ الدُّنیَا وَفِی الُاٰخِرَةِ وَلَکُمُ فِیُهَا مَاتَشُتَهِیُ اَنُفُسُکُمُ وَلَکُمُ فِیُهَا مَاتَدَّعُوُنَ٥ نُزُلًا مِّنُ غَفُوُرٍ رَّحِیُمٍ٥﴾

(سورۃ حٰمٓ السَّجُدَة: ۳۰۔۳۲)

''(واقعی) جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیئے (جنت میں موجود) ہے۔غفور ورحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔''

استقامت کیا ہے؟

استقامت کا لغوی معنیٰ ’’کھڑے ہونا‘‘ اور ’’سیدھے ہو جانا‘‘ ہے۔استقامت کے شرعی مفہوم کے متعلّق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر علماءِ کرام کے متعدّد اقوال موجود ہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

(اَیُ اِسۡتَقَامُوۡا عَلٰی اَدَاءِ فَرَائِضِہٖ)

(بحواله قواعد وفوائد من الاربعين النوويه للشيخ ناظم محمد سلطان، ص ۱۸۵، طبع دار الهجرة الثقبه، الخبر)

’’اِن آیات میں استقامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن فرائض کی ادائیگی کا انہیں حکم فرمایا ہے، وہ انہیں پوری طرح ادا کرتے ہیں۔‘‘

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے:

(اَیُ وَحَّدُوۡا اللّٰہَ وَآمَنُوۡا بِہٖ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَمۡ یَحِیۡدُوۡا عَنِ التَّوۡحِیۡدِ وَالۡتَزَمُوۡا طَاعَتَہٗ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِلٰی اَنۡ تَوَفَّوۡا عَلٰی ذَالِکَ)

(شرح مسلم نووی ۲۰۳/۱)

’’انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (توحید) کا اقرار کیا، اُس پر ایمان لائے اور اُس پر استقامت اختیار کیئے رہے، یعنی توحید پر قائم رہے اور اُس پر سے ہٹے نہیں بلکہ اس پر جمے رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری بجالاتے رہے، یہاں تک کہ انہیں اِسی حالت میں موت آ گئی۔‘‘

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ کا قول ہے:

(اَیُ اَخۡلَصُوا الۡعَمَلَ لِلّٰہِ وَعَمِلُوۡا الطَّاعَۃَ عَلٰی مَاشَرَعَ اللّٰہُ لَھُمۡ)

(تفسیر ابن کثیر ۸۹/٤ طبع دارالقلم، بیروت)

''انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ایمانداری کے ساتھ اچھے اعمال کیۓ اوراُسی کی فرمانبرداری کی جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔''

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے:

(وَهٰذِهِ الْاَقْوَالُ وَاِنْ تَدَاخَلَتْ فَتَلْخِيْصُهَا اِعْتَدَلُوْا عَلٰى طَاعَةِ عَقْدًا وَقَوْلًا وَفِعْلًا وَدَامُوْا عَلٰى ذَالِكَ) (تفسیر القرطبی ۱۵/۳۵۸)

''یہ سارے اقوال اگر چہ ایک دوسرے میں داخل ومشابہ ہیں مگر ان کا خلاصہ درجِ ذیل ہے کہ عقائد، اقوال اور اعمال، سب میں اللہ تعالیٰ کی فرمابرداری کرنا، اِسی پر جمے رہنا اوراسی راہ پر قائم رہنا استقامت کہلاتا ہے۔''

استقامتِ قلب (یا استقامتِ عقیدۃ):

استقامتِ قلب (دل) تمام طرح کی اقسام استقامت میں سے اہم ترین اور ضروری ہے، کیونکہ دل ایمان کی جڑ ہے۔اگر دل کا عقیدہ صحیح اور مضبوط ہوتو جسم کے دوسرے تمام اجزاء اُس کی پیروی کرتے ہیں۔اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے:

((...أَلَا وَ إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَافَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ،أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)) (صحیح بخاری)

''(پس ان سے بچواور) سن لو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔''

استقامتِ قلب سے مراد یہ ہے کہ آدمی یقین کے ساتھ ایمان (صحیح اسلامی عقیدہ) کوقبول کرلے اوراسی پر موت تک ڈٹا رہے۔

ایمان کا بیان حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مشہور حدیث میں صراحت سے موجود ہے۔

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا:

((مَا الْإِيْمَانُ؟)) ”ایمان کیا ہے؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْإِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ وَكِتَابِهٖ وَلِقَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ)) (صحيح بخاری وصحيح مسلم)

”ایمان؛ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اسکی ملاقات، اس کے رسولوں، دوبارہ اٹھائے جانے یا آخرت (اور اچھی و بُری تقدیر) کو ماننے کا نام ہے۔“

ایمان کے تمام ارکان کا تفصیلی بیان تو اس جگہ ممکن نہیں ہے، مگر ہم یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایمان لے آنے کا معنیٰ صرف ان ارکان کا زبانی اقرار نہیں ہے۔ بلکہ ایمان لے آنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ ارکانِ ایمان کا تفصیلی علم حاصل کرنے کے بعد، ہر وہ عقیدہ جو ایمان کے خلاف یا منافی ہو اس سے اپنے دل کو پاک کر لیا جا ہے۔ ورنہ ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو زبان سے تو اسلام اور ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن انہیں اسلام کے بنیادی عقائد کا بھی علم نہیں جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سے صادر ہوتے ہیں، مثلاً اللہ وحدہٗ لاشریک، اکیلا اس کائنات کا مالک ہے، دنیا کے تمام امور و تصرّفات اسی کے حکم کے تابع ہیں، اور وہی اکیلا تمام عبادات کا مستحق ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں، نہ ملکیت میں اور نہ عبادت میں۔ اس کے باوجود آج قبر پرستی عام ہے، شفاعت اور توسّل کے نام پر انبیاء، صلحاء اور شہداء سے استغاثہ و فریاد اور دعاء بھی رائج ہے!![1]

(1) قارئین سے ہماری گزارش ہے کہ عقائد کی درستگی اور اصلاح کے لیئے جدوجہد کریں۔ الحمد للہ، آج بے شمار کتابیں اور تقاریر موجود ہیں جن سے ہم مستفید ہو سکتے ہیں۔ بعض کتابیں یہ ہیں:
(ا) کتابُ التوحید ۔ الشیخ محمد بن عبدالوہّابؒ =

استقامتِ قول وعمل (اعضاء جسم):

استقامتِ قول وعمل سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنی زبان سے ایمان کا اقرار اور اظہار کرے اور اللہ کے احکام کو عملی جامہ پہنائے۔ پھر اقرار اور عمل کے بعد ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ کہے اور ایسا کوئی عمل اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ کی رضاء اور خوشنودی کے خلاف یا اسکے احکام کے منافی ہو۔

پس استقامتِ قلب کے ساتھ ہی ہر مسلمان کو چاہیئے کہ استقامتِ قول وعمل پر بھی توجہ دے اور خصوصی طور پر اپنی زبان کی حفاظت کرے، کیونکہ جو اعضاء ایمان کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں ان میں سب سے آگے زبان ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

((قُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!مَا اَكْثَرُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِطَرَفِ لِسَانِ نَفْسِهٖ،ثُمَّ قَالَ:هٰذَا))

(مختصر صحيح مسلم:١٨،ترمذى:١٥٢٢ حسن صحيح،ابن ماجه:١٣١٤/٢،نسائى بحواله صحيح الجامع للالبانى:٤٣٩٥، مسند احمد بحواله تفسير ابن كثير ٨٩/٤)

''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے لیئے کس چیز کا سب سے زیادہ خوف رکھتے ہیں؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کے کنارے کو پکڑتے ہوئے فرمایا: ''یہ''

=(۲) شرح اصول ثلاثہ ۔محمد بن صالح العثیمینؒ (۳) کتاب التوحید ۔ الشیخ صالح الفوزان

(۴) اصول ثلاثہ نامی کتاب کا اردو ترجمہ (از ابوعدنان) بھی ''دین کے تین اہم اصول'' کے نام سے سعودی عرب میں دسیوں مرتبہ چھپ چکا ہے اور پاکستان میں مکتبہ کتاب وسنّت اور انڈیا میں توحید پبلیکیشنز سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اور ساتھ ہی بہترین علمی تقاریر اور تصانیف کے لئے ہماری website پر تشریف لائیں، ہمارا پتہ ہے: www.quransunnah.com

بسا اوقات ہماری زبان ایسے کلمات کہہ جاتی ہے جسکے خوفناک انجام کی ہمیں خبر تک نہیں ہوتی۔ قرآنِ کریم کی آیات اور احادیثِ نبویہ ﷺ میں زبان کو بے لگام اور آزاد چھوڑنے کے خطرات کا تذکرہ اور اسکی ممانعت کثرت سے موجود ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالاً يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ،وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰه،لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالاً يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ))

(صحیح بخاری بحوالہ مشکوٰۃ حدیث:٤٨١٣)

''بندہ اللہ کی رضامندی کے لیئے ایک بات زبان سے نکالتا ہے اور اُسے وہ کوئی خاص اہمیت بھی نہیں دیتا مگر اسی کی وجہ سے اللہ اُس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے اور وہ اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اُس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔''

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَّضْمَنُ لِيْ مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ،وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهٗ الْجَنَّةَ))

(صحیح بخاری بحوالہ مشکوٰۃ حدیث:٤٨١٢)

''مجھے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے، میں اُسکے لیئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

استقامت کی راہ میں دو (۲) رکاوٹیں

① دنیا کی محبت (یا لالچ)۔ ② غیر اللہ کا خوف۔

① دنیا کی محبت (یا لالچ):

محبت کی دو قسمیں ہیں:

۱) پہلی محبت وہ ہے جو بندہ کو اللہ کے احکامات سے وابستہ رکھے، اللہ کی محبت، اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اللہ کے دین کی محبت۔ یہ محبت بندہ کے لیۓ مفید اور اللہ کی رحمت کا باعث اور جنت میں داخلے کا سبب بنتی ہے۔

۲) دوسری محبت وہ ہے جو بندہ کے لیۓ زحمت اور عذاب کا باعث بنتی ہے، وہ دنیا کی محبت اور اس کا لالچ ہے مثلاً مال، رتبہ و منصب اور شہرت کی محبت ۔ یہ محبت خواہشاتِ نفس (دلی خواہشات جو اللہ کے احکامات کے خلاف ہوں) کی تکمیل کے لیۓ بندے کو حرام امور کی طرف دعوت دیتی ہے اور حرام ذرائع (جو اللہ کی ناراضگی اور وبال کا باعث ہیں) اختیار کرنے پر ابھارتی ہے۔ اور اسکے نتیجہ میں بندہ کی استقامت پاش پاش ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لیۓ نبی ﷺ نے مال اور جاہ وشرف کی محبت کے متعلّق فرمایا:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَافِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلٰى الْمَالِ وَالشَّرَفِ ،لِدِيْنِهٖ))

(مسنداحمد:۳/۴٦۰ وترمذی عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ)

”دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے درمیان کھلا چھوڑ دینا اتنا نقصان دہ نہیں جتنا دین کے لیۓ نقصان دہ یہ ہے کہ کوئی شخص دولت اور منصب ورُتبہ حاصل کرنے کے لالچ میں ہو۔“

جس طرح بھوکے بھیڑیئے کے حملہ سے شاید ہی کوئی بکری بچ پائے، ایسی ہی مثال مؤمن کے

دل پر، مال ورتبہ کی محبت کے حملہ کی ہے کہ شاید ہی مؤمن کا ایمان اس حملہ سے بچ پائے!!

امام ابن القیمؒ اپنی کتاب، ''فصل فی ذم الھوىٰ'' میں لکھتے ہیں:

''جو کوئی ہوىٰ (خواہشاتِ نفس) کی پیروی کرتا ہے، خدشہ ہے کہ کہیں وہ ایمان سے بالکل ہی خالی نہ ہو جائے اور اُسے پتہ بھی نہ چلے۔''

جبکہ اللہ کے نبی ﷺ نے یقینی طور پر فرمایا ہے:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعاً لِّمَا جِئْتُ بِہٖ))[2]

''تم میں کوئی بھی اُس وقت تک سچّا مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس کی تمام خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔''

اللہ کے نبی ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے:

''تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوفناک چیز جس کا مجھے ڈر ہے وہ تمہارے پیٹ اور تمہاری شرمگاہ میں موجود خواہشاتِ نفس کی پیاس اور خواہشاتِ نفس کی طرف لے جانے والی راہ ہے۔'' (مسند احمد)

امام ابن القیمؒ اِسی کتاب کے صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں:

''توحید اور خواہشاتِ نفس کی پیروی، دو ایسے امور ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیونکہ ہوىٰ ایک بت ہے اور ہر عبد (بندے) کے دل میں اسکی ہوىٰ کی وسعت کے مطابق ایک بت موجود ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ ان معبودوں (بتوں) کو ختم کریں اور صرف اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دیں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا منشاء وارادہ صرف اُن مجسموں کو تباہ کرنا ہی نہیں ہے، بلکہ ان تصویروں (یا بتوں) کو پہلے تباہ کرنا ہے جو دل میں گھر کر چکے ہیں۔''

(2) خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ میں امام نووی سے اس حدیث کا صحیح ہونا نقل کیا ہے اور علّامہ البانی نے انکی تردید کی ہے، دیکھیئے تحقیق مشکوٰۃ: حدیث: ۱۶۷

چنانچہ مذکورہ احادیث میں ہویٰ پرستی (دلی خواہشات جو اللہ کے احکامات کے خلاف ہوں انکی پیروی) سے ممانعت اور تنبیہ موجود ہے اور استقامتِ دین کا مطالبہ ہے کہ بندہ خواہشاتِ نفسانی کو کچل کر اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے زندگی بسر کرے۔ اور استقامت (دین پر ثابت قدم رہنے) اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیئے یقیناً شدید صبر اور تحمّل کی ضرورت ہے۔یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ شخص جو اپنی بُری خواہشات مثلاً غصّہ پر قابو رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ اس شخص سے زیادہ طاقتور اور مضبوط ہے جو اپنی جسمانی قوّت کی بناء پر لوگوں کو قابو میں کر لے۔اس لیئے کہ پہلا شخص اپنی بُری خواہشات کو دفع کرتے وقت اپنی ہویٰ اور شیطان کے وساوس کا مقابلہ کرتا ہے۔نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ،إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَالْغَضَبِ)) (صحیح بخاری)

”طاقتور وہ نہیں جو کُشتی لڑنے میں غالب آجائے بلکہ اصل طاقتور تو وہ ہے جو غصّہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے۔“

اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیئے جنت کی بشارت سنائی ہے جو ہویٰ پرستی (اپنی بری خواہشات) پر قابو پا سکتے ہوں اور دین پر ثابت قدم رہ سکتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىo فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىo﴾ (سورۃ النّٰزعٰت: ٤٠۔٤١)

”ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہوگا‘ تو اُس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ہویٰ کی پیروی (اللہ کے سوا خواہشاتِ نفس) کو رب

بنانے سے تعبیر کیا ہے، جو دوسرے الفاظ میں شرک (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا) کہلاتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا٥ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا٥﴾ (سورة الفرقان:٤٣-٤٤)

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود (رب) بنائے ہوئے ہے؟ کیا آپ اسکے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔''

غرض اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے؛ وحی کی اتباع کرنیوالے اور ہویٰ (خواہشاتِ نفس) کی پیروی کرنے والے۔اس بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ٥﴾ (سورة القصص:٥٠)

''پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تُو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔اور اُس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

پس جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے دین پر ثابت قدمی اختیار کی، اُس نے جنت کی راہ چُن لی اور جس کسی نے اپنی خواہشات کی پیروی کی، وہ اس راہ پر چل پڑا جو ہمیشگی والے دردناک عذاب کو پہنچتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ،وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ))

(صحیح بخاری)

’’دوزخ خواہشاتِ نفسانی سے ڈھک دی گئی ہے اور جنت مشکلات وناپسندیدہ چیزوں اور دشواریوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔‘‘

②غیرُ اللہ کا خوف :

غیرُ اللہ سے نقصان کا خوف، یا کسی محبوب اور پیاری چیز کے کھو جانے کا ڈر جیسے مال، شہرت، منصب ورُتبہ وغیرہ، یہ اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے اور استقامت اختیار کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔اس کی ایک بہترین مثال نبی ﷺ کے چچا ابوطالب کی دی جاسکتی ہے۔ ابوطالب کو اسلام کی حقانیت اور اسکے سچا دین ہونے کا مکمل یقین تھا اور ساتھ ہی وہ نبی ﷺ کے رسول ہونے کی نشانیوں کا بھی عینی شاہد تھا۔اس کے باوجود ابوطالب نے اسلام قبول نہیں کیا کیونکہ وہ مشرکین کے سرداروں میں سے تھا اور اسے اپنے منصب ورُتبہ کے کھو جانے اور ساتھ ہی بدسلوکی اور بائیکاٹ کردیئے جانے کا خوف تھا اور اُس سے سنا گیا کہ اس نے اپنے اشعار میں اس طرح کہا تھا:

’’اگر مجھے گالی اور پھٹکار کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ہی اُسے (اسلام کو) کھلے عام قبول کر لیتا۔‘‘

اسی لیئے یہ سخت ضروری ہے کہ استقامتِ دین حاصل کرنے کے لیئے ہم غیرُ اللہ کا خوف اپنے دل سے کُرید ڈالیں۔اللہ ربّ العزّت نے قرآن میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (سورۃ یونس:۱۰۷)

’’اور اگر تمہیں اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اُسی کے اور کوئی اس کو دور

کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل کر دے اور وہ بڑی مغفرت و بڑی رحمت والا ہے۔''

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بھلائی و برائی، فائدہ و نقصان، عزّت و ذلّت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور اُس کی اِس قدرت میں کوئی بھی اسکا حصہ دار نہیں ہے۔لہٰذا اللہ کے علاوہ دوسروں سے نقصان کا خوف محسوس کرنا فضول اور بیکار ہے۔

اِس کے علاوہ، اللہ علیم وخبیر (ہر چیز کے ماضی، حاضر اور مستقبل کا مکمّل علم رکھنے والا) ہے اس نے اپنے وسیع علم کی بناء پر بندوں کے تمام مفادات ونقصانات کو، کائنات کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لوحِ محفوظ میں درج کر لیا تھا اور ان تصرّفات کا (جنہیں اللہ نے لوحِ محفوظ میں درج کر لیا ہے) واقع ہونا یقینی ہے، ان میں کوئی ردّو بدل کی گنجائش نہیں۔اور وہ مفادات جو اللہ نے بندہ کے حق میں لکھ رکھے ہیں، انہیں کوئی روکنے والا یا چھیننے والا نہیں۔اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَالْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ)) (صحيح مسلم ٤/٢٠٤٤، حديث:٢٦٥٣)

''اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کی تقدیر زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل سے لکھ رکھی ہے۔''

غرض اللہ کی منشا کے بغیر دنیا میں کوئی تصرّف ممکن نہیں، اور اگر اللہ نہ چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت بندے کا بال بھی بانکا نہیں کر سکتی۔لہٰذا غیرُ اللہ کا خوف اپنے دل سے نکال باہر پھینکیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آلِ عمران:١٧٥)

''تم اِن (کافروں) سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو۔''

علاّمہ احسان الٰہی ظہیرؒ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں:

''بچپن میں قصوں میں بھی پڑھا ہے اور مشہور واقعہ ہے کہ نبی پاک ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ایک مشرک آیا، آپ کی درخت سے لٹکی ہوئی تلوار کو اتارا۔اس کو میان سے باہر نکالا اور سوئے ہوئے نبی ﷺ کی گردن پہ رکھ دی، نبی ﷺ کی آنکھ کھل گئی، قتل کا ارادہ لے کر آیا، کہا: آج موت اتنی قریب ہیکہ صرف دباؤ کا فاصلہ باقی ہے۔گردن پر رکھی ہوئی، شہ رگ پر رکھی ہوئی تیز تلوار۔اے محمد! آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اتنی قریب موت دیکھ کر بھی رحمتِ کائنات ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ ہے، کہا: تیرے ہاتھ میں موت نہیں۔موت عرش والے کے پاس ہے۔وہ نہ چاہے تو کائنات کی کوئی طاقت مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ نبی ﷺ نے اللہ کا نام لیا، مشرک پر لرزا طاری ہوا۔تلوار ڈر کے مارے چھوٹ کر دور گر گئی۔ نبی ﷺ جلدی سے اٹھ کے تلوار پکڑ لیتے ہیں۔اب وہ نیچے ہے نبی ﷺ اوپر۔ پہلے نبی ﷺ کے گلے پر تلوار رکھی ہوئی تھی اب مارنے والے کیگلے تلوار رکھی ہوئی ہے۔اب تم بتلاؤ تجھے محمد سے کون بچائے گا؟منتیں کر کے کہنے لگا تو مجھ کو معاف کر دے۔کہا: نہیں تجھے بھی میرا رب ہی بچا سکتا ہے۔ توحید کا درس یہ ہے، نہ نفع میں کوئی ، نہ نقصان میں کوئی۔ ما سوا اللہ سے بے نیاز ہو جائے۔''(ماخوذ از خطاب علّامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ)

جب بندہ غیرُ اللہ کا خوف دل سے نکال کر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو ایسے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ،اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ﴾

(سورة الطلاق: ۳)

''اور جو شخص اللہ پر توکّل کرے گا، اللہ اسے کافی ہوگا۔اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا۔''

توکّل علیٰ اللہ کی متعدّد مثالیں ہم انبیاء علیہم السلام اور سلف صالحین کے واقعات میں پاتے ہیں کہ جو اللہ پر توکّل کرتے ہیں، اللہ کس طرح اپنے ان بندوں کی غیب سے مدد فرماتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لیئے ان کی قوم کے لوگوں نے لکڑیوں کا بہت بڑا ڈھیر جمع کیا۔السدّیؒ آگ کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

''انہوں نے زمین میں ایک بہت بڑا اور گہرا گڑھا کھودا، لکڑیوں سے اسے پُر کیا اور اس انبار میں آگ لگائی، روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ نہیں دیکھی گئی، جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو اس کے پاس جانا محال ہوگیا۔'' (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الانبیاء:٦٨—٧٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((كَانَ آخِرُ قَوْلِ اِبْرَاهِيمَ حِيْنَ أُلْقِيَ فِي النَّار: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ)) (صحیح بخاری)

''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آخری کلمہ جو آپ علیہ السلام کی زبان سے نکلا وہ [حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ] تھا (یعنی میری مدد کے لیئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز (کام بنانے والا) ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مزید فرمایا:

''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو بارش کے فرشتے نے عرض کیا: ''مجھے بارش برسانے کا حکم کب دیا جائے گا؟ مگر اللہ تعالیٰ کا حکم تو اس سے زیادہ فوری تھا۔اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

﴿ يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًاوَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴾ (سورۃ الأنبیاء:٦٩)

''اے آگ! تو ٹھنڈی ہوجا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لیئے سلامتی وآرام کی

چیز بن جا۔‘‘

پس جب ابراہیم علیہ السلام نے استقامتِ دین اور اللہ پر توکّل کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے منصوبوں سے اپنے نبی علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، اور قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاَرَادُوْابِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۝﴾ (سورة الأنبياء: ٧٠)

’’اور انہوں نے اُن (ابراہیم علیہ السلام) کا برا چاہا، لیکن ہم نے انہیں نقصان اٹھانے والے بنا دیا۔‘‘

ایک اور بہترین مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استقامتِ دین اور توکّل علیٰ اللہ کی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرعون ایک بڑے لشکر کو لے کر جس میں قائدین، شہزادے، نواب زادے اور سپاہی شامل تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کی نیت سے انکا پیچھا کر رہا تھا۔ وہ طلوعِ آفتاب کے وقت تعاقب کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک پہنچ گئے۔ اللہ نے بیان فرمایا ہے:

﴿فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ۝﴾

(سورة الشعراء: ٦١)

’’پس جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا، تو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھیوں نے کہا، ’’ہم تو یقیناً پکڑ لیئے گئے۔‘‘

کیونکہ آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعون اور اُس کا لشکر انکے قریب تر قریب پہنچ رہا تھا۔ اب بچاؤ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ مگر موسیٰ علیہ السلام نے توکّل علیٰ اللہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا اور کہنے لگے:

﴿كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ﴾ (سورة الشعراء: ٦٢)

’’ہرگز نہیں، یقیناً، میرا رب میرے ساتھ ہے، جو ضرور مجھے راہ دکھلائے گا۔‘‘

فرعون کا لشکر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا اور ان کے بالکل قریب ہو گیا۔ اُس موقع پر اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی بھیجی:

﴿اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ○ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ ○ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○﴾ (سورة الشعراء: ٦٤-٦٦)

’’کہ دریا پر اپنی لاٹھی مار، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ مثل بڑے پہاڑ کے ہو گیا۔ اور ہم (اللہ) نے اس جگہ دوسروں (فرعون اور اسکے لشکر) کو لا کر کھڑا کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی۔ پھر سب دوسروں کو ڈبو دیا۔‘‘

اس طرح اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو بچا لیا اور فرعون اور اسکا لشکر پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح کے کئی واقعات کا تذکرہ ہمیں سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔

فتنة اور استقامت:

پُرفتن دور میں استقامت اختیار کیئے رکھنا زیادہ مشقّت کا باعث بنتا ہے کیونکہ فتنہ سیدھا دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَيُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَآءُ وَاَيُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَآءُ حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ عَلٰى اَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهٗ فِتْنَةٌ مَادَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَّلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَآ اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ))

(صحيح مسلم)

’’فتنے دلوں پر یکے بعد دیگرے ایسے آئیں گے جیسے چٹائی کی تیلیاں ایک

کے بعد ایک ہوتی ہیں پھر جس دل میں وہ فتنہ رچ بس جائے گا تو اس پر ایک کالا داغ لگا دیا جائے گا اور جو دل اُس کو نہ مانے گا اُس میں ایک سفید نشان۔ہوتے ہوتے دل دو قسم کے ہوجائیں گے ایک تو چکنے پتھر کی طرح خالص سفید دل ہوگا جسے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا۔دُوسرا کالا سفیدی مائل یا اُوندھے کوزے کی طرح جو نہ کسی اچھی بات کو اچھی سمجھے گا نہ بُری بات کو بُری، بلکہ وہ وہی کرے گا جو اس کے دل میں بیٹھ چکا ہے۔‘‘

دل کے پاک وصاف ہونے کی اہمیت اور فضیلت نبی ﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے:

((اَ لَااِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ،وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَالْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))

(صحیح بخاری۱/۲/۴۹)

’’سن لو!بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگیا تو سارا بدن درست ہوجائے گا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن ہی بگڑ گیا۔سن لو!وہ ٹکرا آدمی کا دل ہے۔‘‘

فلاح اور کامیابی کے لیئے ضروری ہے کہ بندہ اپنے قلب کو فتنوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیئے اللہ اور کے رسول ﷺ کی تعلیمات کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھے چونکہ قیامت کے دن سیاہ قلب (دل) لانے والے کے لیئے اللہ نے سخت وعیدیں سنائی ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن صرف وہی لوگ فائدہ میں ہوں گے جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم (صاف وشفّاف دل) لے کر حاضر ہونگے۔چنانچہ ارشادِالٰہی ہے:

﴿اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ٥﴾ (سورۃ الشعراء:۸۹)

”لیکن (فائدہ والا وہی ہوگا) جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر آیا۔“

دورِ حاضر کے حالات مسلمان کے دل پر شدید فتنوں کا باعث بن رہے ہیں جو استقامتِ دین سے روکتے اور ہویٰ پرستی کی دعوت دیتے ہیں اور اُن کی وجہ سے مسلمان کو استقامتِ دین میں مزید دقّتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس فتنوں سے لبریز دور میں جو بندہ ثابت قدمی اختیار کیئے رہا، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کے لیئے پچاس گُنا زیادہ ثواب کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کی اُس حدیث میں وارد ہے جس میں آپ ﷺ نے ان ایام کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی ہے جو مسلمان سے شدید صبر کے طالب ہوں گے۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((فَإِنَّ وَرَاءَ كُمْ أَيَّامُ الصَّبْرِ،صَبْرٌ فِيهِنَّ كَقَبْضٍ عَلٰى الْجَمْرِ،لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ أَجْرُ خَمْسِينَ يَعْمَلُ مِثْلَ عَمَلِهِ))

(حسن:ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجه)

”تمہارے بعد صبر کے ایام ہوں گے۔ان دنوں صبر اس طرح ہوگا جیسے کوئی آگ کے انگارے کو مٹھی میں پکڑے ہوئے ہو۔ایسے وقت میں جو کوئی اچھے اعمال کرے گا تو اسے ان پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا جنہوں نے ویسا ہی عمل کیا ہوگا۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں زیادہ ثواب اور بکثرت جزاء کی بشارت سنائی ہے جو ہمیں استقامتِ دین کی رغبت دلانے کے ساتھ ساتھ ہمارے لیئے صبر اور تحمّل میں آسانی بھی پیدا کرتی ہے۔

حصولِ استقامت کے ⑬ ذرائع

① صفتِ صبر حاصل کرنا:

صبر کا لغوی معنیٰ ہے ''روک دینا'' اور صبر کا شرعی معنیٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو ہر اس قول وفعل (بات یا حرکت) سے روک دے جو اللہ کو ناپسند ہو مثلاً مصائب کے وقت ماتم کرنے اور سینہ پیٹنے سے رک جانا اور زبان کو ہر اس کلمہ سے روک دینا جس سے اللہ کے فیصلے پر ناراضگی ظاہر ہوتی ہو۔

صبر کا اصل امتحان تب ہوتا ہے جب بندہ فتنوں میں گھرا ہوا ہو، یا اس پر دین کی راہ میں مشکلات پیش آئیں یا اس کا سامنا کسی غیر متوقع (اچانک پیش ہونے والے) ناگہانی حادثے سے ہو، کیونکہ یہی وقت ہے جب انسان کے جذبات اس کے دل و دماغ پر حاوی ہوجاتے ہیں۔اور بندہ بغیر کسی غور وفکر کے صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔اس کے نتیجہ میں ممکن ہے کہ بندہ ایسے کلمات اپنی زبان سے کہہ جائے یا ایسا کوئی کام کر بیٹھے جو اسلام کے منافی ہو اور اسکی استقامت کا پیمانہ پاش پاش ہوجائے۔چنانچہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ:

اولاً: صفتِ صبر کو اپنے اخلاق میں شامل کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔نبی ﷺ نے فرمایا ہے کیا کہ جس نے صفتِ صبر حاصل کر لی اس نے سب سے بہتر اور وسیع خیر و بھلائی کو حاصل کر لیا ہے،آپ ﷺ کا فرمان ہے :

((وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ))

(صحیح بخاری،۲/۲۴/۵۴۸)

''اور کسی کو صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں و وسیع خیر و بھلائی نہیں ملی۔''(یعنی نعمتِ صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)

② اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اُسی سے پناہ مانگنا:

اس سلسلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے ایک عظیم مثال لی جاسکتی ہے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ (سورۂ یوسف:۲۳)

"اُس عورت نے جس کے گھر میں وہ (یوسف علیہ السلام) تھے،انہیں بہلا پھسلا کر اپنی طرف مائل کرنا شروع کیااور دروازے بند کر کے کہنے لگی:لو آجاؤ۔"

اُس وقت یوسف علیہ السلام نے فوراً شیطان کے وساوس اور بہکاوے سے بچنے کے لیئے اللہ کی پناہ طلب کی ،اور کہا:

﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (سورۂ یوسف:۲۳)

"اللہ کی پناہ! وہ (تمہارا شوہر) میرا مالک ہے، مجھے اُس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔بے انصافی کرنے والے ظالم فلاح وکامیابی نہیں پاتے۔"

پس اللہ نے انہیں استقامت عطاء کی اور اپنے حکم کی خلاف ورزی سے بچالیا۔اس لیئے اگر ہماری زندگی میں بھی کبھی کوئی ایسا موقع آجائے جب ہمیں اپنی استقامت کے کمزور پڑ جانے کا خدشہ محسوس ہو،تب اللہ کا ذکر کرنا اور اسکی پناہ مانگنا چاہیئے ، یہی شیطان کے خلاف ہمارا بہترین ہتھیار بن سکتا ہے اور یہی شیطانی وساوس کو دفع کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

③ اللہ سے استقامت کی دعاء کرنا:

اہلِ ایمان کی ہی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کر کے اس کی مدد طلب کرتے ہیں۔حصولِ استقامت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ دعاء سکھلائی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (سورۂ اٰل عمران:۸)

''اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔''

ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے روایت بیان کی ہے کہ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ اِس طرح دعاء فرمایا کرتے تھے:

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ))

''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم و ثابت رکھ۔''

اور اس کے بعد آپ ﷺ نے اُوپر درج کی گئی قرآنی دعاء پر مشتمل آیت (آل عمران:۸) تلاوت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت طالوت علیہ السلام اور اُن کی قوم کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو جالوت سے لڑنے کی خاطر نکل پڑے تھے۔ کیونکہ جالوت نے اُن کی قوم کے لوگوں کو گرفتار کرلیا تھا اور اُن کی کافی بڑی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرلیا تھا۔ جالوت کی فوج بہت بڑی تھی، جبکہ ایمان والے صرف چند لوگ ہی تھے۔ اُن میں سے کچھ لوگوں نے کہا:

﴿لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۴۹)

''آج تو ہم میں طاقت نہیں کہ جالوت اور اُس کے لشکروں سے لڑیں۔''

اس پر دین کی سمجھ رکھنے والے چند لوگوں نے یہ کہتے ہوئے انکا حوصلہ بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور کامیابی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے آتی ہے نہ کہ بکثرت لوگوں سے یا ہتھیاروں کی بناء پر اور وہ اُن لوگوں سے یوں کہنے لگے:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾(سورۂ بقرة:٢٤٩)

”بسااوقات چھوٹی (اور تھوڑی سی) جماعتیں بڑی (اور بہت سی) جماعتوں پراللہ کے حکم سے غلبہ پالیتی ہیں۔“

یعنی اِس طرح اکثر ہوا کہ محض چندلوگ ہونے کے باوجود مؤمنوں کی جماعت نے دشمنوں کی بڑی سے بڑی جماعت کواللہ تعالیٰ کے حکم سے شکستِ فاش دے دی ہے۔

جب مؤمنوں کی جماعت جالوت اور اُس کے لشکر کے مقابلہ میں آ کھڑی ہوئی تو سارے مؤمن لوگ دعاء کرتے ہوئے اپنے رب سے اِس طرح مخاطب ہوئے:

﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۂ بقرة:٢٥٠)

”اے پروردگار! ہمیں صبر دے، ثابت قدم رکھ اور قومِ کفار کے خلاف ہماری مدد فرما۔“

پس اللہ تعالیٰ نے انکی دعاء قبول فرمائی اور دشمنوں کے خلاف انکی مدد کی۔

④ قرآنِ کریم کی طرف رجوع:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ (سورة الفرقان:٣٢)

”اور کافروں نے کہا کہ اِس پر قرآن سارے کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا، ہم نے اِس طرح (تھوڑا تھوڑا کر کے) اتارا تا کہ اُس سے آپ (ﷺ) کا دل قوّی رکھیں، ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَo﴾ (سورۃ النحل:۱۰۲)

''کہہ دیجیئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تا کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے لیئے راہنمائی اور بشارت ہو جائے۔''

استقامتِ دین کے لیئے قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا، اسے حفظ کرنا اور اُسکی آیتوں کو سمجھنا اور اُس پر غور وفکر اور تدبّر کرنا سب سے زیادہ معاون ومفید ہے کیونکہ:

✴ قرآن مسلمانوں کو بنیادی احکامات، اسلام کی اخلاقی قدریں اور دین کی صحیح سمجھ فراہم کرتا ہے جس کی بناء پر مسلمان حالات کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور صحیح فیصلہ اختیار کر سکتے ہیں۔

۞ قرآنِ کریم میں مؤمنوں سے اللہ تعالیٰ کے وعدے موجود ہیں، جو مسلمان کو اپنے دین پر مُطمئن اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دلاتے ہیں اور اسکے لیئے آسانی کا باعث بنتے ہیں۔

✧ قرآن دشمنانِ اسلام کے اُٹھائے ہوئے شکوک وشبہات کی تردید کرتا ہے مثلاً جب مشرکینِ مکہ نبیِ کریم ﷺ کے بارے میں یہ کہنے لگے کہ اللہ نے محمد (ﷺ) کو اکیلا چھوڑ دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿وَالضُّحٰىo وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰىo مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىo﴾

(سورۃ الضحیٰ:۱–۳)

''قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے۔''

اور دوسری آیت بھی نازل فرمائی جسمیں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُولُونَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌo﴾ (سورۃ النحل:۱۰۳)

''ہمیں بخوبی علم ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ اُسے تو ایک آدمی سکھلاتا ہے، اُس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔''

اس آیت کا مقصدِ نزول کفّار کو خاموش کرنا تھا، کیونکہ وہ یہ بہتان لگا رہے تھے کہ نبی ﷺ پر (نعوذ باللّٰہ) یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ کو کسی شخص نے یہ قرآن پڑھنا سکھلایا اور اُن کا اشارہ ایک عجمی (غیر عرب) غلام کی طرف تھا جو کہ قریش کے کسی چھوٹے قبیلے سے تھا۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ انکی تردید کرتے ہوئے مزید فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ o اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ o﴾ (سورة النحل:١٠٤-١٠٥)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے، انہیں اللہ کی طرف سے بھی راہنمائی نہیں ملتی اور اُن کے لیئے دردناک عذاب ہے۔ جھوٹ وافتراء تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔''

⑤ موت کو یاد کرنا:

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ o﴾ (سورة العنكبوت:٦٤)

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔''

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَادِمِ اللَّذَّاتِ))(صحیح:ترمذی:۲/ ۵۰،نسائی، ابن ماجه،ابن حبان،حاکم،ابن عساکر، ارواء الغلیل۳/ ۱۴۵)

''موت کو بکثرت یاد کرو جو کہ خواہشات اور لذتوں کو مٹانے والی ہے۔''

مسلمان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ موت اُس کے جوتوں کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے معروف ہے،اور موت اس پر کسی بھی وقت اچانک آجائے گی!اور جب وہ آجائیگی تب نہ تو اسے توبہ کا موقع دیا جائیگا اور نہ اسکی کوئی فریاد سنی جائیگی!اور اللہ تعالیٰ کا قرآن میں حکم بھی یہ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (سورۃ اٰلِ عمران:۱۰۲)

''اے ایمان والو!اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیئے اور دیکھو کہ تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوائے اسکے کہ تم مسلمان ہو۔''

یعنی اِس بات کا خیال رکھنا کہ تم پر موت صرف اسلام کی حالت میں واقع ہو،اور وہ اس لیئے کہ بندہ قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھایا جائیگا جس حالت میں اسکی موت واقع ہوئی ہوگی۔ اگر مسلمان ان چند باتوں کو ذہن نشین کرلیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لیئے بھی اللہ کو بھول جائیں یا دین سے متنفر ہونا انہیں گوارہ ہوجائے؟

⑥ اللہ کے وعدوں کو یاد رکھنا:

فطرتی طور پر ضمیر قربانیاں دینے اور مشکلات کا ثابت قدمی کے ساتھ سامنا کرنے کی طرف اُس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک کہ اسے کسی چیز کا لالچ نہ ہو۔لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے نفس کو اکثر اللہ کے وعدے اور اجر و انعام کی یاد دلاتے رہیں۔جب کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم پر کوئی آزمائش آتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے لیئے آسانی پیدا کرنیوالی آیات نازل کرتا جن میں جنت کی خوشخبری ہوتی۔اور یہی معمول نبی ﷺ کا بھی تھا کہ وہ پریشان حال صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنت کی

بشارتیں دے کر مطمئن کیا کرتے تھے۔اللہ کے نبی ﷺ حضرت عمّار اور اُم عمار رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے جبکہ مشرکینِ مکہ اُنہیں محض اللہ کے دین کی خاطر اَذِیَّت پہنچا رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِصْبِرُوْا یَاآلَ یَاسِرٍ! اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّةَ))

(حسن صحیح،الحاکم:۳/۳۸۳)

''آلِ یاسر! صبر کرو، کیونکہ تمہاری منزل جنت ہے۔''

اس کے علاوہ اُن آیات اور احادیث کا مطالعہ بھی ضروری ہے جن میں اللہ کے دین سے پھر جانے پر سخت وعیدیں اور عذابوں کا تذکرہ موجود ہے۔اس سے ہمارے قلوب میں اللہ کا رعب اور خوف پیدا ہوگا، ساتھ ہی ساتھ ان شآء اللہ جب ہم دنیوی مشکلات کا قیامت کے ہولناک عذاب سے مقارنہ وموازنہ کرینگے تو ہمیں دنیوی مشکلات کا جھیلنا آسان اور معمولی نظر آئے گا، بالمقابل قیامت کے دردناک عذابوں کے۔

⑦صُحبتِ صالح اور طلبِ نصیحت:

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحُ لِلْخَيْرِ مَغَالِيْقٌ لِلشَّرِّ،وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحٌ لِلشَّرِّ مَغَالِيْقٌ لِلْخَيْرِ....)) (حسن : ابن ماجه، كتاب السنة ابن أبي عاصم في ١/١٢٧، السلسلة الصحيحة ١٣٣٢)

''لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو بھلائی کے راستہ پر گامزن کرنے کی چابیاں اور بدی کا راستہ بند کرنے والے ہیں۔اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو برائی کے راستہ پر گامزن کرنے کی چابیاں ہیں اور وہ نیکی کے راستہ کو بند کرنے والے ہیں۔''

اسلامی تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ جب کبھی مسلمانوں پر آزمائش کا وقت آیا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مطمئن اور ان کی مدد چند ایسے صالح افراد کے ذریعے کی جو لوگوں کے سامنے اللہ اور اسکی شان و رفعت کا تذکرہ کرتے، مؤمنوں کو اللہ کی رحمتیں اور انعامات یاد دلاتے، اور انہیں دین کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کی تلقین کرتے۔ چنانچہ علاّمہ ابن القیمؒ دورِ فتن میں اپنے استاذ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا کردار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''جب ہمارا خوف بڑھ جاتا اور ہم بُرے انجام کا خیال کرتے اور ہمارے لیئے حالات بہت بگڑ جاتے، تو ہم اُن کے پاس چلے آتے۔ ہم صرف انکا دیدار ہی کرتے اور صرف انکی حوصلہ مندانہ باتیں سنتے تو ہمارے تمام خوف وخطر رفع ہوجاتے اور ان کی بجائے اطمینان، تقویّت، اعتماد اور سکون حاصل ہوجاتا۔'' (الوابل الصیّب، ص ۹۷)

ہم ایسی ہی ایک اور مثال امام احمد بن حنبلؒ کی زندگی میں دیکھتے ہیں، جنہیں آزمائش کی بھٹی میں تپایا گیا اور وہ کندن کی مانند کھرے ثابت ہوئے۔ استاذِ امام بخاری امام علی ابن المدینی نے انکے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے فتنۂ اِرتِداد کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے اور آزمائش کے وقت حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے ذریعے اپنے دین کی مدد فرمائی۔''

اِس عظیم آزمائش میں جن امور نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فیصلہ کو تقویّت دی اور انہیں ایمان پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی، اُن میں صالح افراد کی وعظ ونصیحت بھی شامل ہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

''اُس وقت میں نے ایک بدو آدمی کے الفاظ سے زیادہ قوی کوئی بات نہیں سنی جو کہ اس نے مجھ سے ''رحبة طوق'' نامی ایک مقام کے پاس کہے تھے۔اُس بدو شخص نے کہا: ''اے احمد! اگر وہ تمہیں سچ کہنے پر قتل بھی کردیں تو تم درجۂ شہادت پاؤ گے اور اگر تم زندہ بچ جاؤ گے تو تمہاری تعریف ہوگی۔'' یہ سننے کے بعد میرا دل اور مضبوط ہوگیا۔''

(سِیَر اعلام النبلاء للذهبی،۱۱/۲٤۱)

تاریخِ اسلام کی کتاب البدایہ والنہایہ لابن کثیر میں لکھا ہے کہ ایک بدو نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا:

''میری بات غور سے سنو! تم لوگوں کے نمائندے ہو، اُن کے لیۓ بُری خبر نہ بنو۔ آج تم لوگوں کے لیڈر رہو، لہٰذا وہ کام ہرگز نہ کرنا جس کا یہ اہلِ اقیدار تمہیں حکم دے رہے ہیں۔ ورنہ تم اِن لوگوں کے گناہوں کا بوجھ آخرت کے دن اُٹھاؤ گے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو اس مصیبت کو صبر کے ساتھ برداشت کرو، کیونکہ تمہارے اور جنت کے درمیان جو چیز کھڑی ہے، وہ صرف تمہارا قتل کیا جانا ہی ہے۔''

امام احمدؒ فرماتے ہیں: اُس اعرابی کے ان کلمات نے مجھے اتنی قوت بخش دی کہ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اب میں ان کے حکم کی تعمیل ہرگز نہیں کرونگا۔ (البدایه والنهایه،۱/۳۳۲)

⑧ کثرت سے نیک اعمال کرنا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ....وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ٥ وَّاِذًا لَّاٰ تَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا ٥ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ٥﴾

(سورة النساء:٦٦–٦٨)

”۔۔۔اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی اُنکے لیئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہے، تب تو انہیں ہم اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں اور یقیناً انہیں راہِ راست دکھلا دیں۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ثابت قدمی کا نسخہ یہ بتلایا ہے کہ ہم ان اعمال کو ہمیشہ سرانجام دیتے رہیں جن کا ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔اس آیت کی تفسیر میں امام ابنِ کثیرؒ اپنی تفسیر القرآن العظیم میں معروف مفسر امام قتادہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کے متعلّق فرمایا:

”جہاں تک دنیوی زندگی کا تعلّق ہے، اللہ انہیں نیک و صالح اعمال کرتے رہنے میں استقامت دیگا اور اور آخرت (قبر میں) اللہ انہیں قبر میں ثابت قدم رہنے میں مدد کریگا۔“

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ نیک اعمال میں مشغول رہا کرتے تھے اور نبی ﷺ کو سب سے زیادہ وہ اعمال محبوب ہیں جنہیں بندہ ہمیشہ کیئے جاتا رہے چاہے وہ اعمال معمولی ہی کیوں نہ ہوں۔مثلاً نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعاً غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ))

(صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ۱/۳٦٥ وصحیح ترمذی:۱/۱۳۱)

”جو کوئی ہمیشہ بارہ رکعت نماز (یعنی سننِ رواتب یا سنتِ مؤکّدہ جن کو نبی کریم ﷺ ہمیشہ ادا کیا کرتے تھے) کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسکے لیئے جنت میں گھر بنائے گا۔“

اور ایک حدیثِ قدسی میں یوں فرمایا ہے:

((...مَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ،وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ...))

(صحيح البخاری:۸/۹۰۵،کتاب الرقاق)

''میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کیلئے جو عبادات بجالاتا ہے اُن میں سے مجھے سب زیادہ محبوب وہ ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نفلی عبادات سے بھی میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔''

اگر ہم عام حالات میں نیک اعمال کی ادائیگی میں سُستی برتنے لگیں تو پھر ہم سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ ہم پُرفتن دور میں یا مصائب ومشکلات میں استقامت کے ساتھ دین پر ڈٹے رہینگے؟

اس کے برعکس اگر ہم نے اپنے قیمتی اوقات کو اللہ کی عبادات اور نیک اعمال میں صَرف نہیں کیا،تو یقیناً ہم معصیتوں اور گناہوں میں گھرے رہ جائیں گے اور اللہ کی نافرمانی ایمان کی تخفیف(گھٹنے) کا سب سے بڑا سبب ہے!!

⑨ صحیح راہ اختیار کرنے میں جدّوجہد کرنا اور اُسکی حقانیت پر اعتماد کرنا:

بندے کو اپنے راستہ کی حقانیت کا جتنا زیادہ یقین واعتماد ہوگا اتنی ہی مضبوطی کے ساتھ وہ اپنے راستہ پر قائم ودائم رہیگا۔اس کی بہترین مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے ان جادوگروں کی ہے جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لیئے اپنے دربار میں اکٹھا کیا تھا۔چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ (سورة الاعراف:۱۱۳)

''اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے، کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہمیں کوئی بڑا صلہ ملے گا؟''

فرعون نے انکی درخواست قبول کرلی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکست پر بڑے انعام اور اپنے دربار میں عہدے کا بھی وعدہ کیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے ان جادوگروں کا مقابلہ شروع ہوا جسکا تذکرہ قرآنِ کریم نے یوں کیا ہے:

﴿قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی o قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی o فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی o قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی o وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی o﴾ (سورۃ طٰہٰ: ٦٥-٦٩)

''کہنے لگے: اے موسیٰ! یا تو تُو پہلے ڈال یا ہم پہلے ڈالنے والے بن جائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں تم ہی پہلے ڈالو۔ اب تو موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں اُن کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل ہی دل میں ڈر محسوس کیا۔ ہم نے فرمایا کچھ خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب اور برتر رہے گا۔ اور تیرے دائیں ہاتھ میں جو (عصا) ہے، اسے ڈال دے کہ اُن کی تمام کاریگری کو وہ نگل جائے گا، انہوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں اور جادوگر کہیں سے بھی آئے، کامیاب نہیں ہوتا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور انکا اپنی لاٹھی کو زمین پر پھینکنا ہی تھا کہ وہ ایک بڑا اژدہا بن کر دوسری تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جو جادو کے سبب سانپوں کا ڈھیر نظر آرہے تھے۔ جادوگروں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ وہ جادو

کی حقیقت کو پہچانتے تھے کہ انکا جادو تو محض آنکھوں کا دھوکا اور شعبدہ بازی تھا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل غیر معمولی اور انسانی وسعت سے بالاتر ہے اور یہ یقیناً اللہ کی طرف سے انہیں عطاء کیا ہوا معجزہ ہے، جو صرف اللہ کے رسولوں کی نشانی ہوتی ہے۔ لہٰذا جادوگر سرِ تسلیم خم کر بیٹھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى o﴾

(سورۂ طٰهٰ : ۷۰)

''وہ سارے جادوگر سجدے میں گر گئے اور پکار اٹھے کہ ہم تو ہارون (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کے رب پر ایمان لائے۔''

اسی حالت میں اللہ نے انہیں جنت میں انکے مقام کا نظارہ کروا دیا۔ جب فرعون نے دیکھا کہ جن لوگوں سے اُس نے مدد مانگی تھی، وہ سب کے سب ایمان لے آئے ہیں اور اُسکی سب لوگوں کے سامنے شکست ہوگئی ہے تو اس پر غصّہ طاری ہوگیا اور وہ انہیں دھمکانے لگا، اللہ تعالیٰ نے اس کا مقولہ یوں بیان کیا ہے:

﴿قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَّأَبْقٰى o﴾ (سورۂ طٰهٰ : ۷۱)

''فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لے آئے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھلایا ہے، (سن لو) میں تمہارے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا، اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی سزا زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔''

مگر فرعون کی ان دھمکیوں کا ان جادوگروں پر، جو اللہ پر پختہ ایمان لے آئے تھے، کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ لوگ جو چند لمحات پہلے فرعون سے زیادہ سکّوں اور انعامات کی بھیک مانگ رہے تھے، اپنے ایمان اور اس کی حقانیت کے یقین کی بناء پر اتنے نڈر ہو گئے کہ فرعون کو پلٹ کر جواب دینے لگے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا o اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَکْرَھْتَنَا عَلَیْہِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی o﴾

(سورۃ طٰہٰ: ۷۲–۷۳)

”انہوں نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے اُن دلیلوں پر ترجیح دیں جو ہمارے سامنے آ چکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اب تُو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر، تُو جو کچھ بھی حکم چلائے گا وہ اِسی زندگی میں ہے۔ ہم (اِس امید سے) اپنے پروردگار پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں معاف فرما دے اور (خاص کر) جادوگری (کا گناہ)، جس پر تم نے ہمیں مجبور کیا ہے، اللہ ہی بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔“

ان جادوگروں کے بارے میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے:

((اَصْبَحُوْا سَحَرَۃً وَاَمْسَوْا شُھَدَآءَ)) (ابن کثیر ۳/۲۱۵)

”صبح وہ جادوگر بن کر اٹھے اور دن کے ختم ہونے پر وہ شہداء بن گئے۔“

⑩ اَنبیاء کے واقعات کو پڑھنا اور اُنھی جیسی زندگی گزارنا:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ وَجَآءَکَ

فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ○﴾(سورۂ هود : ۱۲۰)
”رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لیئے بیان فرمارہے ہیں۔آپ کے پاس اس (سورت) میں بھی حق پہنچ چکا ہے جو کہ مؤمنوں کیلئے نصیحت ووعظ ہے۔“

امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اگلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا، نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا، بالآخر مؤمنوں کا فتح ونصرت پانا اور کافروں پر اللہ کے عذابوں کا آنا، کافروں کا ذلیل وبرباد ہونا، نبیوں رسولوں اور مؤمنوں کا نجات پانا، یہ سب واقعات ہم آپ (ﷺ) کو سنا رہے ہیں، تاکہ آپ (ﷺ) کے دل کو ہم مزید مضبوط کردیں اور آپ (ﷺ) کو کامل سکون واطمینان حاصل ہوجائے۔اس سورت میں بھی حق آپ (ﷺ) پر واضح ہوچکا ہے یا یہ کہ اس دنیا میں بھی آپ (ﷺ) کے سامنے سچے واقعات بیان ہوچکے ہیں اور یہ کفار کے لیئے عبرت ہے اور مؤمنوں کے لیئے نصیحت ہے تا کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔“(تفسیر ابن کثیر ۶۱۱/۲۔۶۱۲)

⑪ بتدریج اور مستقل دین کا علم اور دینی تربیت حاصل کرنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ○﴾ (سورۂ زمر: ۹)

”بتلاؤ تو بھلا! علم والے اور بے علم، کیا برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔“

علم حاصل کرنا، دین کو سمجھنا اور بتدریج وقدم بہ قدم دینی تربیت حاصل کرنا، یہ سب حصولِ استقامت کے بنیادی اسباب ہیں۔دین کا علم صحیح اور غلط کی تفریق کر دیتا ہے، مجرموں کے طریقہ بے نقاب کر کے مؤمنوں کے طریقہ کی نشان دہی کرتا ہے۔قلوب میں اللہ کی محبت پیدا کرتا اور اسکے عذاب کا خوف دلاتا ہے۔اور بندے کو پے در پے اسلام سے ایمان اور پھر احسان کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔اس کے برعکس وہ شخص جو اپنے دین کو سیکھنے اور سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا وہ دین پر قائم کیسے رہیگا جبکہ وہ اپنے دین کو پہچانتا ہی نہیں؟؟

یہی وجہ تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں دین کا علم اور سمجھ پیدا کرنے کے لیئے بڑی جدّ وجہد کی۔آپ ﷺ کی نبوّت کے ابتدائی دور میں بھی جب سارا مکہ اسلام کا مخالف تھا، آپ ﷺ نے مسلمانوں کی دینی تربیت کے لیئے دارُالارقم (اسلام کی پہلی درس گاہ) کا انتخاب کیا، جہاں آپ ﷺ اپنے صحابہ کو دین کا علم سکھلاتے اور انکی روحانی تربیت کیا کرتے تھے۔اسی دینی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین پر وہ پختہ استقامت حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے دین کی خاطر اپنا مال وعیال اور جان تک قربان کرنا گوارہ کرلیا مگر اللہ کے دین سے ہٹ جانا انہیں پسند نہ آیا! وہ ہمارے لیئے استقامت کی سب سے بہترین مثال ہیں۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا آقا و مالک آگ میں سرخ کی ہوئی لوہے کی سلاخیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر رکھ دیا کرتا تھا اور انہیں تب تک نہیں ہٹایا جاتا تھا جب تک کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پیٹھ کی چربی پگھل کر انہیں ٹھنڈا نہ کر دیتی۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے آقا امیہ بن خلف کو جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا علم ہوا تو اس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو شدید اذیّتیں پہنچائیں۔کبھی انکی گردن میں رسّی ڈال کر محلّے کے لڑکوں کے ہاتھ میں تھما دیتا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسّی کے بل مکّہ مکرمہ کی گلیوں میں کھینچتے چلے جاتے، یہاں تک کہ مکہ کی پہاڑیوں سے بھی گزر جاتے۔بعض

اوقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو باندھ کرانہیں تپتی ہوئی ریت پرلٹادیا جاتا اورانکے سینے پر بھاری پتھروں کی چٹانیں رکھ دی جاتیں۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایک بڑھی عورت، جوان بیٹے کی ماں، مادرزادننگی کردی گئی۔ بالکل برہنہ، خاوند بھی برہنہ اور بیٹا بھی سامنے برہنہ، تینوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دئے گئے،اورانہیں تپتے ہوئے ریگ زار پہ لٹادیا گیا اور کہا گیا کہ واپس اپنے پرانے دین میں پلٹ آؤ۔ کہا: اگر آج کی ریت کا عذاب، آخرت کے عذاب سے بچالے تو سودامہنگا نہیں ہے۔ پھر اس بوڑھی خاتون کودواونٹوں کی رانوں سے باندھا گیا۔ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ۔ایک کا رُخ مشرق کی طرف، دوسرے کا مغرب کی طرف۔ ابوجہل نیزہ اٹھائے ہوئے آیا۔سمیّہ! (رضی اللہ عنہا) جانتی ہو تیراانجام کیا ہونے والا ہے؟ کہا: ابوجہل! میراانجام نہ پوچھو۔اپنے انجام کی فکر کرو کہ اس کے بدلے میں قیامت کو تیراانجام کیا ہونے والا ہے؟ میراانجام کیا پوچھتے ہو؟! یہ چند لمحوں کی زندگی تو گزر جائیگی۔اِس انجام کا کیا پوچھتے ہو؟ اُس انجام کی سوچو جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (ماخوذ از خطاب علّامہ احسان الٰھی ظھیرؒ)

ایک دن پہلے کی بات تھی کہ نبی ﷺ نے انہیں تپتی ہوئی ریت پر ننگے تڑپتے ہوئے دیکھا اور کہا:

((اِصْبِرُوْایَا آلَ یَاسِرٍ!اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّةَ))

(حسن صحیح: مستدرك الحاکم: ۳/ ۳۸۳)

”اے آلِ یاسر! صبر کرو، کیونکہ تمہاری منزل جنت ہے۔“

ظالم نے نیزہ اٹھایا اور اسکی شرمگاہ میں مارا، ایک چیخ نکلی اور گردن ڈھلک گئی، کہا:

”اللہ! تو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔“

استقامت اسکا نام ہے۔ اللہ! آخری وقت شکوہ کی کوئی بات منہ سے نہ نکل جائے۔ اے اللہ! آخری وقت میں حفاظت کرنا۔ پھر نیزہ مارا، پھر نیزہ مارا۔ جسم کٹ گیا۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ

اونٹوں کو کھینچو۔ دونوں اونٹ کھینچتے ہوئے چلے گئے۔ لاش دو ٹکڑے ہو کر گر پڑی اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر مسکراہٹ ہے۔ اتنی تکلیف سے مارا مگر لبوں سے مسکراہٹ نہیں چھین سکے۔ سب حیران ہیں!! اتنی تکلیف کے بعد بھی مسکرا رہی ہے۔ انہیں کیا پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝﴾

(سورۃ حٰمٓ السَّجْدَۃ: ۳۰-۳۲)

"(واقعی) جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی غم نہ کرو (بلکہ) اُس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیئے (جنت میں موجود) ہے۔ غفور ورحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔"

اگر اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں دین کی تعلیم نہ دی ہوتی اور نفس پر قابو کرنا نہ سکھلایا ہوتا یا شیطان کے وساوس کا مقابلہ کرنے کا ہُنر انہیں نہ بتلایا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی تکالیف برداشت کرنے کے باوجود اپنے دین پر اس قدر ثابت قدم رہتے؟

اس لیئے ہمیں چاہیئے کہ ہم بتدریج اور مستقل طور پر دین کا علم اور تربیّت حاصل کر لیں، قبل اس کے کہ کوئی فتنہ ہمیں آ گھیرے اور ہمیں کچھ سیکھنے اور سمجھے کا موقعہ نہ ملے۔

⑫ دشمنانِ اسلام کی سازشوں کی خبر رکھنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

(سورة الانعام:٥٥)

''اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں تا کہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جائے۔''

دشمنانِ اسلام ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں رہتے ہیں اور اس سازش میں مصروف رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیسے ان کے دین سے دور کیا جائے؟ یہ اس لیئے کہ جب تک مسلمان اپنے دین سے آشنا رہے گا اور دین کے ذریعہ اپنے رب سے تعلّق بنائے رکھے گا، تب تک دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس مقصد کے لیئے دشمنانِ اسلام نے کئی منصوبے آزمائے، اسلامی تعلیمات کا غلط تصوّر لوگوں میں عام کر کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کر دینا چاہا۔ کبھی اسلام پر عورتوں کی حق تلفی اور ان پر ظلم کرنے والا دین ہونے کا الزام لگایا، کبھی اللہ کے نبی ﷺ پر تہمتیں باندھیں تو کبھی اسلامی تاریخ کی غلط بیانی سے آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر کیچڑ اچھالا۔ کبھی اسلام کے ان مسائل پر کلام کیا گیا جن میں مسلمانوں کو زیادہ بحث ومباحثہ سے منع فرمایا گیا ہے مثلاً کبھی اللہ کے اسماء وصفات پر سوالات اٹھائے اور کبھی تقدیر پر شکوک کی بوچھاڑ کر دی۔ دشمنانِ اسلام کی اِنہی گھناؤنی حرکتوں اور اس پر مستزاد مسلمانوں کی اپنے دین سے جہالت اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے بے خبری ہی کا نتیجہ ہے کہ آج لوگوں میں اسلام کے متعلق غلط فہمیاں موجود ہیں۔ اس لیئے مسلمان کو اچھی اور بھلی باتوں کے ساتھ ساتھ برائی اور دشمنانِ اسلام کی شر پسندانہ سازشوں کا بھی علم ہونا چاہیئے۔ اور دشمنانِ اسلام کے پیدا کیئے ہوئے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیئے علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، تا کہ مسلمان اپنے دین کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے

اور یہ شیطانی شازشیں اسے بے خبر اور بلا کسی تیاری کے پانے پر گمراہ کر نہ سکیں۔اس ضمن میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا وہ قول بڑا ہی مناسب ہے،جس میں وہ کہتے ہیں:

((كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِ الْخَيْرِ،وَكُنْتُ اَسْأَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُّدْرِكَنِیْ....)) (صحیح بخاری:٣٦٠٦،٣٦٠٧(مختصراً) کتاب المناقب،باب علامات النبوه،٧٠٨٤ کتاب الفتن باب کیف الامر اذا لم تکن جماعة)

''لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر و بھلائی کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں شرّ و برائی کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا اور یہ اس خدشہ کی بناء پر کہ میں کہیں اس میں نہ پھنس جاؤں۔۔۔۔۔۔''

⑬ اسلام کے روشن مستقبل کا پختہ یقین:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝﴾ (سورۃ الصَّفّ:٩)

''وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے دیگر تمام مذاہب پر غالب کردے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔''

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیثِ نبویہ کے ذخیرہ میں اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں کے سامنے اسلام کے روشن مستقبل کی خوشخبری دی ہے۔ہمیں ان آیات واحادیث کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور نوجوان نسل پر بھی انہیں کھول کر بیان کرنے کی ضرورت ہے، خصوصاً آج کے دور میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم بڑھتا جا رہا ہے اور ہماری فتح و کامیابی میں تاخیر واقع ہوگئی ہے،تاکہ نا امیدی اور عدمِ یقین کی وجہ سے ہم کہیں ہدایت پا لینے کے بعد پھر

گمراہی کی دلدل میں نہ پھنس جائیں۔اللہ کے نبی ﷺ کی یہ سنّت ہے کہ جب کبھی آپ ﷺ اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مطمئن کرنا چاہتے تو انہیں خوش خبری سناتے اور حوصلہ دلاتے کہ آنے والے دن اسلام کے ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کرتے ہیں جسمیں نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ ،أَوِالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ،وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ)) (فتح الباری:۱۶۵/۷)

’’اللہ کی قسم کہ یہ امر(اسلام)ضرور کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ(راستوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے)ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔صرف بھیڑیئے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے،لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔‘‘

استقامت:فتح ونصرت کی کُنجی

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ o﴾ (سورۂ ھود:۱۱۲)

’’پس آپ جمے رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں،خبردار!تم حد سے نہ بڑھنا،اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔‘‘

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں کو سیدھی راہ پر دوام و ہمیشگی اور استقامت و ثابت قدمی کا حکم دے رہا ہے۔کیونکہ دشمن کا مقابلہ کرنے اور اُس پر کامیابی حاصل کرنے میں یہی سب سے بڑی معاون چیز ہے۔'' (ابن کثیر ٢/٦٠٦)

بعض فتنے اور ضرورتِ استقامت

① مال کا فتنہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورة الحشر:٩)

''(بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچالیۓ گیۓ وہی کامیاب (اور بامراد) ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝﴾ (سورة التوبہ:٧٥-٧٦)

''اُن میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور ضرور نیکوکاروں میں سے ہوجائیں گے۔لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں نواز دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا۔''

② بیوی اور بچوں کی آزمائش:

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ (سورة التغابن :١٤)

''اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں (یعنی تمہیں اللہ کی فرمابرداری سے روکتے ہیں) پس ان سے ہوشیار رہنا۔''

مسند ابویعلیٰ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْوَلَدُ ثَمَرَةُ الْقَلْبِ، وَاِنَّه' مَجْبَنَةٌ، مَبْخَلَةٌ، مَحْزَنَةٌ))

(مسند ابو یعلیٰ بحواله صحیح الجامع للالبانی: ٧١٦٠)

''بیٹا دل کا پھل ہوتا ہے، اور یہی بزدلی، بُخل اور غم وحزن کا باعث بھی بنتا ہے۔''

③ اقتدار اور عہدے کا فتنہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۝﴾

(سورة الكهف:٢٨)

''اور اپنے آپ کو اُن کے ساتھ رکھا کریں جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اُسی کے چہرے (رضامندی) کے ارادے رکھتے ہیں، خبردار! آپ کی نگاہیں اُن سے نہ ہٹنے پائیں کہ دنیوی زندگی کے پیچھے لگ جائیں۔ دیکھنا! اُس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر

سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔"

④ایذاء رسانی اور ظلم وتشدّد کا فتنہ:

ایک حدیث میں ہے:

((شَكَوْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهٗ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ. قُلْنَا لَهٗ: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا؟ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهٗ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ، وَمَا يَصُدُّهٗ ذَالِكَ عَنْ دِيْنِهٖ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ، وَمَا يَصُدُّهٗ ذَالِكَ عَنْ دِيْنِهٖ)) (صحیح بخاری)

"ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔آپ ﷺ اُس وقت اپنی ایک چادر(بُردہ) پر ٹیک لگائے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیئے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیئے اللہ سے دعاء کیوں نہیں مانگتے؟(ہم کافروں کی ایذاؤں سے تنگ آچکے ہیں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا:(ایمان لانے کی سزائیں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں میں سے کسی کے لیئے گڑھا کھودا جاتا اور اسے اُس میں ڈال دیا جاتا، پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا۔ان میں سے کسی کے گوشت میں لوہے کے کنگھے دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں تک پھیرے جاتے اور گوشت کو تار تار کر کے جسم سے الگ کر دیا جاتا، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔"

⑤دجّال کا فتنہ:

صحیح ابن خذیمہ،سنن ابن ماجہ،مستدرک حاکم اورالاحادیث المختارہ للضیاءالمقدسی کی ایک طویل حدیث میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّـہ‘ لَـمْ تَـکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ مُنْذُ ذَرَأَ اللّٰہُ ذُرِّیَّۃَ آدَمَ ،اَعْظَمُ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ،وَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیًّا اِلَّا حَذَّرَ اُمَّتَہ‘ الدَّجَّالَ))

”اللہ تعالیٰ نے جب سے اولادِ آدم کو پیدا فرمایا ہے،روئے زمین پر فتنۂ دجّال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں اٹھا اور اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا کہ جس نے اپنی اُمت کو اس فتنے سے خبر دار نہ کیا ہو۔“

آگے چل کر اسی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((یَا عِبَا دَ اللّٰہِ!فَاثْبُتُوْا،فَاِنِّیْ سَأَ صِفُہ‘ لَکُمْ صِفَۃً لَمْ یَصِفْھَا اِیَّاہُ نَبِیٌّ قَبْلِیْ)) (ابن ماجہ ۱۳۵۹/۲۔۱۳۶۰،صحیح الجامع:۷۸۷۵،سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ:۲۴۵۷)

”اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا،میں تمہیں اس (دجّال) کے وہ وصف بتاؤں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں بتائے۔“

⑥دشمن کے مقابلہ میں استقامت

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((یَـا أَیُّھَـا الـنَّـاسُ! لَا تَـمَـنَّـوْا لِقَـاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰـہَ الْعَـافِیَۃَ، فَـإِذَالَـقِیْتُـمُـوْھُـمْ فَـا صْبِـرُوْا.وَاعْـلَمُوا أَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْـتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ)) (صحیح بخاری)

”اے لوگو! دشمن سے لڑائی بھڑائی کی تمنّا نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی مانگو۔ہاں !جب جنگ چھڑ جائے تو پھر صبر وہمّت سے رہو

اورثابت قدمی سے ڈٹ کر مقابلہ کرواور جان لوکہ جنّت تلوروں کے سائے تلے ہے۔‘‘

⑦اھل سنت کے صحیح منھج سے وابستگی اور اسکی پیروی وحمایت میں استقامت:

سنن ابن ماجہ،مسند احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے:

((قَدْتَرَكْتُكُمْ عَلٰى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَا رِهَا لَا يَزِيْغُ عَنْهَا بَعْدِىْ اِلَّاهَالِكٌ وَمَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا،فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِّنْ سُنَّتِىْ وَسَنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِا لنَّوَاجِذِ........))(ابن ماجه:١/١٦،حديث:٤٣، صحيح الجامع:٤٣٦٩،الصحيحة:٩٣٦)

’’میں تمہیں واضح حجّت ودلیل پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جسکی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اوراس سے پھسلنے والا ہلاکت پانے والا ہے،جوشخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔تم میری معروف وثابت سنّت اورمیرے ہدایتِ یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے پر قائم رہنا،اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔‘‘

⑧ استقامت موت کے دروازے پر :

﴿الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً وَهُوَالْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُo﴾ (سورة الملك:٢)

’’جس نے موت اورحیات کواس لیئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے،اوروہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔‘‘

موت کا وقت سب سے زیادہ نازک اور استقامت طلب ہوتا ہے، اور اس وقت اللہ صرف ان اہلِ ایمان کو ثابت قدم رہنے میں مدد دیتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی میں صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے میں جدّ و جہد کی ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے پاس اللہ اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے، جو موت کے وقت بندہ کو جنت کی بشارت سنا کر اسے استقامتِ دین پر قائم رکھتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ο نَحْنُ اَوْلِيٰٓـؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَدَّعُوْنَ ο نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ο﴾

(سورۃ حٰمٓ السَّجْدَۃ: ۳۰۔۳۲)

”(واقعی) جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیئے (جنت میں موجود) ہے۔ غفور ورحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطورِ مہمانی ہے۔“

صحیح مسلم، سننِ اربعہ اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))

”اپنے قریب المرگ لوگوں کو کلمۂ توحید پڑھنے کی تلقین وترغیب دلاؤ۔“

جبکہ صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ان مذکورہ الفاظ کے بعد ارشادِ نبوی ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں:

((فَاِنَّهُ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ يَوْماً مِنَ الدَّهْرِ وَاِنْ كَانَ اَصَابَهُ قَبْلَ ذَالِكَ مَا اَصَابَهُ))(مختصر صحيح مسلم:٤٥٣ ارواء الغليل:٦٨٦،٦٨٧،صحيح الجامع:٥١٤٨،٥١٥٠)

''جسکی زبان سے نکلنے والا آخری کلام یہ کلمۂ توحید ہوگا وہ کسی نہ کسی دن جنّت میں ضرور ہی داخل ہوجائے گا، چاہے اس سے پہلے اسے کیا کیا سزائیں کیوں نہ بھگتنی پڑیں۔''

اصحابُ الاُخدود کا قِصّہ

صحیح مسلم، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو بادشاہ سے کہنے لگا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں، میرے پاس کوئی لڑکا بھیج، میں اسے جادو سکھلاؤں، بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکا بھیجا۔ وہ اسے جادو سکھلاتا تھا۔ اس لڑکے کی آمدورفت کی راہ میں ایک راہب (نصرانی درویش یعنی پادری و تارک الدنیا) رہتا تھا، وہ لڑکا اس کے پاس بیٹھتا اور اس کا کلام سنتا۔ وہ اسے بھلا معلوم ہوتا۔ جب جادوگر کے پاس جاتا تو راہب کی طرف سے ہوکر نکلتا اور اس کے پاس بیٹھتا پھر جب جادوگر کے پاس جاتا تو وہ اسے مارتا۔ آخر لڑکے نے جادوگر کے مارنے کا راہب سے گِلہ کیا۔ راہب نے کہا: جب تو جادوگر سے ڈرے تو یہ کہہ دیا کر کہ میرے گھر والوں نے مجھے روک رکھا تھا اور جب تو اپنے گھر والوں سے ڈرے تو یہ کہہ دیا کر کہ جادوگر نے مجھے روک رکھا تھا۔ کچھ وقت کے لیئے وہ لڑکا اسی حالت

میں رہا کہ ایک دن ناگاہ ایک بڑے قد کے جانور (اژدھے) کے پاس سے گزرا جس نے لوگوں کی آمدورفت کا راستہ روک رکھا تھا۔لڑکے نے کہا کہ آج میں پتہ کرتا ہوں کہ جادوگر افضل ہے یا راہب! اس نے ایک پتھر لیا اور کہا: الٰہی! اگر جادوگر کے طریقہ سے راہب کا طریقہ تجھے پسند ہو تو اس جانور کو قتل کردے تاکہ لوگ چلیں پھریں، پتھر مارنے سے وہ جانور مر گیا۔پھر وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے یہ حال کہہ سنایا، اُس نے کہا: بیٹا! تو مجھ سے بڑھ گیا۔تیرا درجہ بہت اونچا جا پہنچا جو میں دیکھ رہا ہوں اور تو عنقریب آزمایا جائے گا۔پھر اگر تو آزمایا جائے تو میرا نام پتہ نہ بتلانا۔اس لڑکے کا یہ حال تھا کہ اندھے اور کوڑھی کو (اللہ کے حکم سے) اچھا کردیتا اور ہر قسم کی بیماری کا علاج کرتا۔اسکا یہ حال بادشاہ کے ایک مصاحب نے سُنا جو اندھا ہو چکا تھا۔وہ بہت سے تحفے لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہنے لگا: تو یہ سب مال تیرا ہے اگر تو مجھے بینا کردے تو یہ سب مال تیرا ہے لڑکے نے کہا میں کسی کو اچھا نہیں کرتا، اچھا کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اس سے دعاء کروں گا اور وہ تجھے اچھا کردے گا۔وہ مصاحب اللہ پر ایمان لے آیا۔اللہ نے اسے بینا کردیا۔وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے پاس اسی طرح بیٹھا جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا۔بادشاہ نے کہا تیری آنکھیں کس نے روشن کیں؟ مصاحب نے کہا: میرے مالک نے۔بادشاہ نے کہا: میرے سوا تیرا مالک کون ہے؟ مصاحب نے کہا: میرا اور تیرا دونوں کا مالک اللہ ہے۔بادشاہ نے اسے پکڑا اور مارنا شروع کیا اور مارتا رہا یہاں تک کہ اُس نے لڑکے کا نام لے لیا۔وہ لڑکا بلایا گیا۔بادشاہ نے اُس سے کہا: اے بیٹا! تو جادو میں اس درجہ پر پہنچا ہوا ہے کہ اندھے اور کوڑھی کو تندرست کردیتا ہے اور بڑے بڑے کام کرتا ہے۔وہ لڑکا کہنے لگا: میں تو کسی کو اچھا نہیں کرتا، اللہ اچھا کرتا ہے۔بادشاہ نے اس کو پکڑا اور مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا نام بتلا دیا۔وہ راہب پکڑا ہوا آیا۔اُس سے کہا گیا: اپنے دین سے پھر جا، وہ نہ مانا۔بادشاہ نے ایک آرا منگوایا اور راہب کے سر پر رکھا اور اسے چیر ڈالا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو کر گرا پھر وہ مصاحب بلایا گیا اُس سے کہا: تو اپنے دین

سے پھر جا۔ وہ بھی نہ مانا۔ اُس کے سر پر بھی آرا رکھا اور اسے بھی چیر ڈالا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ پھر وہ لڑکا بلایا گیا۔ اس سے کہا: اپنے دین سے پلٹ جا۔ وہ بھی نہ مانا۔ بادشاہ نے اس کو اپنے چند مصاحبوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لیجاؤ۔ جب تم چوٹی پر پہنچو تو اس لڑکے سے پوچھو، اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو خیر، نہیں تو اسے دھکیل کر پہاڑ سے لڑھکا دو۔ وہ اسے لے گئے اور پہاڑ پر چڑھایا۔ لڑکے نے دعاء کی: الٰہی! تو جس طرح سے چاہے مجھے ان کے شرّ سے بچا۔ پہاڑ ہلا اور وہ لوگ گر پڑے۔ وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھی کدھر گئے؟ اُس نے کہا: اللہ نے مجھے ان کے شر سے بچا لیا ہے۔ بادشاہ نے اسے پھر اپنے چند مصاحبوں کے حوالے کیا اور کہا: اسے لیجاؤ اور ایک ناؤ (کشتی) پر چڑھا کر دریا کے اندر لیجاؤ۔ اگر اپنے دین سے پھر جائے تو خیر، ورنہ اسے دریا میں دھکیل دو۔ وہ لوگ اس کو لے گئے، لڑکے نے کہا: الٰہی! تو مجھے جس طرح چاہے، اِن کے شرّ سے بچا دے۔ وہ ناؤ اوندھی ہو گئی اور لڑکے کے سب ساتھی ڈوب گئے اور لڑکا زندہ بچ کر بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھی کہاں گئے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اُن سے مجھے بچا لیا ہے۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا: تب تک تو مجھے نہ مار سکے گا جب تک کہ جو میں بتلاؤں تو وہ نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا: وہ کیا؟ اس نے کہا: تو سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر اور ایک لکڑی پر مجھے سولی دے پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے اور کمان کے اندر رکھ، پھر یہ کہہ ''مارتا ہوں اُس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔'' پھر تیر مار۔ اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر دے گا۔ بادشاہ نے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اُس لڑکے کو ایک لکڑی پر سولی چڑھایا، پھر اُس کے ترکش سے ایک تیر لیا اور تیر کو کمان کے اندر رکھ کر کہا: مارتا ہوں اُس اللہ کے نام سے جو اِس لڑکے کا رب ہے، اور پھر تیر مارا۔ وہ لڑکے کی کنپٹی پر لگا۔ اُس نے اپنا ہاتھ تیر لگنے کے مقام پر رکھا اور مر گیا۔ وہاں موجود سب لوگوں نے یہ حال دیکھ کر کہا: ہم بھی اِس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ کسی نے بادشاہ سے کہا: جس سے تو ڈرتا تھا، اللہ کی قسم

وہی ہوا، یعنی لوگ ایمان لے آئے۔بادشاہ نے حکم دیا کہ راہوں کے ناکوں پر خندقیں کھودی جائیں، پھر خندقیں کھودی گئیں اور ان میں خوب آگ بھڑکائی اور کہا جو شخص اس دین (یعنی لڑکے کے دین) سے نہ پھرے اُسے اُن خندقوں میں دھکیل دو یا اس سے کہو کہ ان خندقوں میں کود جائے۔لوگوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ ایک عورت آئی۔اُس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا۔وہ عورت آگ میں گرنے سے جھجکی (پیچھے ہٹی) بچے نے کہا: (اِصْبِرِيْ يَا اُمَّاه، فَاِنَّكِ عَلٰى الْحَقِّ) "اے ماں! صبر کر تو سچے دین پر ہے۔" (یعنی مرنے کے بعد پھر چین ہی چین ہے، پھر تو دنیا کی مصیبت سے کیوں ڈرتی ہے۔)

(صحيح مسلم:٧١٤٨، وبحواله تفسير ابن كثير ٤/٦٣٥تا٦٣٧)

حاصلِ کلام

آج مسلمان ظلم اور زیادتیوں کے فتنہ اور آزمائش میں مبتلا ہیں اور یہ دور شدید صبر و استقامت طلب ہے۔اور یہ ضروری ہے کہ کفار کی یہ وقتی کامیابی ہماری استقامتِ دین پر کوئی اثر نہ ڈال سکے اور ہمارے توکّل علیٰ اللہ میں ذرّہ برابر بھی تزلزل یا کمی واقع نہ ہونے پائے۔ہمارا رب زبردست انصاف کرنے والا ہے اور وہ دشمنانِ اسلام پر انکے ظلم اور زیادتیوں کے سبب جلد ہی اپنا دردناک عذاب مسلّط کردیگا۔اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۝﴾ (سورة آل عمران :١٩٦–١٩٧)

"کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے اُس کے بعد ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔"

اسی سورت میں ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَ نْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا اِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

(سورة آل عمران :١٧٨)

''کافر لوگ ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں' یہ مہلت تو اس لیئے ہے کہ وہ گناہوں میں اَور بڑھ جائیں' ان ہی کے لیئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔''

استقامتِ دین کے ساتھ ہمیں اس بات پر بھی غور وفکر کرنا چاہیئے کہ وہ کونسے اسباب اور وجوہات ہیں جن کی بناء پر آج دشمنانِ اسلام کو ہم پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے؟ اور وہ کونسی چیز ہے جس نے ہمیں ان کے مقابلہ میں کمزور اور نہتے کر رکھا ہے؟ اللہ کی رحمتوں نے ہمارا ساتھ کیوں چھوڑ دیا ہے؟

ایک وقت تھا کہ مسلمان کفار کے مقابلہ میں ۳۱۳ سے زیادہ نہ تھے، پھر انکی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور رفتہ رفتہ اللہ نے انہیں ساری دنیا میں حکمرانی عطا کی۔اس وقت دشمنانِ اسلام مسلمانوں کے ڈر سے کانپتے اور لرزتے تھے!

اگر انکی اس کامیابی کی وجوہات پر غور کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ انکی فتح اور کامیابی کی بنیادی وجہ مسلمانوں کا تقویٰ (پرہیز گاری و نیک نیتی)،توکّل علیٰ اللہ اور دین پر ہر آزمائش کے مقابلہ میں استقامت اختیار کیئے رکھنا تھا۔

لیکن آج ہم اللہ کی نُصرت سے محروم کر دیئے گئے ہیں!! اور اسکا واضح سبب یہ ہے کہ ہماری زندگی میں اسلام صرف چند عبادات تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے! ہم نے گناہوں کو اپنا کر تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی ترک کر دی ہے۔لوگ اپنا وقت، طاقت اور دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے، اسے بے سود و بیکار امور میں صَرف کر رہے ہیں۔پس چونکہ ہم

اللہ کے احکام کی بجا آوری اور ذمہ داریوں کی ادائیگی سے اپنے آپ کو دور کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں اپنی مہربانیوں اور رحمتوں سے محروم کر دیا ہے۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾(سورة الرعد:١١)

”کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے“

اُس دور میں جبکہ مسلمان کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتے چلے جارہے تھے، اللہ کے نبی ﷺ نے پیشینگوئی کی تھی کہ ایک ایسا دن آجائے گا جس میں دشمنانِ اسلام کا پلہ بھاری ہوجائے گا۔چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((يُوْشِكُ اَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الْاُمَمُ مِنْ كُلِّ اُفُقٍ، كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا ،قِيْلَ:يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!فَمِنْ قِلَّةٍ يَوْمَئِذٍ؟قَالَ:لَا، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ،يُجْعَلُ الْوَهْنُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ،وَيُنْزَعُ الرُّعْبُ مِنْ قُلُوْبِ عَدُوِّكُمْ؛لِحُبِّكُمُ الدُّنْيَا وَكِرَاهِيَتِكُمُ الْمَوْتَ))

(ابوداؤد،مسند احمد،صحيح الجامع:٨١٨٣،الصحيحة:٩٥٦)

”عنقریب ہی کافر قومیں ہر طرف سے تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کہ بھوکے لوگ کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اس وقت مسلمانوں کی تعدد قلیل ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم سیلاب کے جھاگ کی طرح بکثرت ہوگے لیکن تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دی گئی ہوگی اور تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب ودبدبہ ختم کردیا گیا ہوگا اور یہ اسلیئے کہ تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگ گئے ہوگے۔“

آج ہماری شکست کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے اندر "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت" پیدا ہوگئی ہے۔جبکہ ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ تھا کہ وہ دین کی خاطر اپنی جانوں کو بھی قربان کردینے میں کوئی تردّد نہیں کرتے تھے۔

بہرحال اگر آج بھی ہم اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی صحیح تعلیمات کی طرف گامزن ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ہم پر اپنی رحمتوں کی برسات کردیگا اور ان شآءاللہ ضرور دوبارہ کامیابی ہمارے قدم چومنے لگے گی، یہی نسخہ آپ ﷺ نے اپنی ایک دوسری حدیث میں بیان کیا ہے کہ "تم سے اُس وقت تک ذلّت نہیں اٹھائی جائیگی جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہیں کرتے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَةِ، وَاَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِیْتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَکْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ ذُلًّا لَا یَنْزِعُهُ حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ)) (ابوداؤد، مسند احمد، معجم طبرانی کبیر، سنن کبریٰ بیهقی، صحیح الجامع الصغیر: ۴۲۳، سلسلة الاحادیث الصحیحه: ۱۱)

"حب تم نے بیع عینہ [3] کی طرز پر خرید و فروخت شروع کردی اور گایوں کی دمیں پکڑ لیں اور زراعت وکھیتی باڑی پر راضی ہو بیٹھے اور جہاد چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت ورسوائی مسلّط فرمائے گا جو اس وقت تک زائل نہیں ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف رجوع نہ کرلو گے۔"

پس ہمیں ناامیدی سے بچنا چاہیئے کیونکہ ہمارا رب بڑا مہربان ہے جو اپنے بندوں کی بھلائی چاہتا ہے: نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

---

(3) بیع عینہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کوئی چیز اُدھار بیچے اور وہ چیز اسے پکڑا دے، پھر اسکی قیمت وصول کرنے سے پہلے ہی (اُسی وقت ہی) اس قیمت سے کم دام پر اس سے خرید لے اور وہ اسے نقد ادا کردے۔جیسا کہ الصحیحہ ۱/۱۵ کے حاشیہ میں مذکور ہے۔(ابوعدنان)

((عَجَباً لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ،اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ،....)) (مختصر صحيح مسلم:٢٠٩٢،صحيح الجامع: ٣٩٨٠ الصحيحه:١٤٧)

''مؤمن کا معاملہ بھی بڑا ہی تعجب انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کے حق میں کوئی بھی فیصلہ نہیں فرماتا،مگر اسکی بھلائی کیلئے۔۔۔''

اگر آج ہمیں ظلم وزیادتی برداشت کرنی پڑ رہی ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرزنش ویاددہانی ہے کہ ہم دین کی طرف لوٹ جائیں اور فرمانبرداری کے راستہ پر چل کر جنت کے مستحق بنیں۔اللہ نے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم اپنی اصلاح کرلیں قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے!!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝﴾

(سورة النور:٥٥)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کیئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیئے ان کے اِس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دیگا،وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے،اسکے بعد جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔''

فہرستِ مصادر وماآخذ

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المؤلف
1	قرآنِ کریم مع متعدد تراجم	
2	”ذم الھویٰ“ A Chapter in "The Dispraise of Hawaa"	امام ابن قیم الجوزیہؒ Imam IbnQayyim(R.A)
3	تفسیر ابن کثیر	امام ابن کثیرؒ
4	شرح اربعین امام نوویؒ Explanation of Forty Hadeeth An-Nawwi	شیخ ناظم سلطان
5	The Weakening of Faith,Standing Firm in Islam,Wasaa'il al-Thabaat ... وسائل الثبات	شیخ محمد صالح المنجد حفظہ اللہ، الخبر
6	Qasas al-Ambiya قصص الانبیاء	امام ابن کثیر Ibn Katheer
7	Patience and Gratitude by Ibn Qayyim(R.A)	امام ابن قیم الجوزیہؒ=مترجم ناصر الدین الخطاب
8	The Book of Tawheed کتاب التوحید	Muhammed bin Abdul Wahhab
9	مشکوٰۃ شریف للخطیب التبریزی	بتحقیق شیخ البانیؒ
10	مختصرتفسیر ابن کثیر	شیخ محمد نسیب الرفاعی
11	صحیح بخاری شریف	طبع دارالسلام، الریاض
12	صحیح مسلم	بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقی
13	سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد
14	سنن ترمذی	امام ترمذی
15	سنن نسائی	امام نسائی
16	سلسلة الاحادیث الصحیحه	شیخ البانیؒ
17	صحیح الجامع الصغیر	شیخ البانیؒ
18	ریاض الصالحین للنووی	بتحقیق الارناؤوط
19	صحیح الترغیب والترھیب	شیخ البانیؒ

ہماری چند منفرد مطبوعات
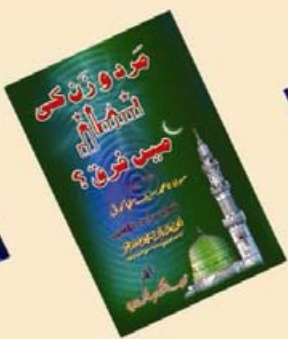
ISTEQAMAT

Rahe Deen Par Sabit Qadmi

Urdu

11

Published By:

توحید پبلیکیشنز

TAWHEED PUBLICATIONS